بسم اللہ الرحمن الرحیم

الفضل — روزنامہ — قادیان

رجسٹرڈ ایل نمبر ۳۵

Digitized By Khilafat Library Rabwah

جلد ۳۳ | ۱۶ ماہ صلح ۱۳۲۴ھش | ۳۰ محرم الحرام ۱۳۶۴ھ | ۱۶ جنوری ۱۹۴۵ء | نمبر ۱۴

مدینۃ المسیح

قادیان ۱۵ ماہ صلح۔ سیدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالےٰ بنصرہ العزیز کے متعلق ۷ بجے شام کی ڈاکٹری اطلاع مظہر ہے۔ کہ حضور کی طبیعت اللہ تعالےٰ کے فضل سے اچھی ہے الحمد للہ۔ آج بعد نماز عصر حضور ایدہ اللہ تعالےٰ نے مسجد مبارک میں قرآن کریم کا درس فرمایا۔ یہ درس سورۃ الاعلیٰ سے شروع کیا گیا ہے۔

حضرت مرزا بشیر احمد صاحب کی طبیعت بھی اللہ تعالےٰ کے فضل سے اچھی ہے الحمد للہ

افسوس کہ مکرم مولوی عبد المنان صاحب عمر کی لڑکی عزیزہ ریحانہ بعمر ایک سال ۱۰ ماہ گزشتہ رات فوت ہو گئی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ احباب نعم البدل کے لئے دعا کریں

حضرت نواب محمد علی خان صاحب کی طبیعت یوں تو نسبتاً اچھی رہی۔ مگر خون زیادہ آرہا ہے احباب دعائے صحت کریں۔

خواتین کے جلسہ سالانہ میں حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالےٰ کی تقریر

ہر احمدی عورت حوّا کی حقیقی بیٹی بنے

فرمودہ ۲۷ دسمبر ۱۹۴۴ء

مرتبہ - مولوی محمد اسمٰعیل صاحب دیالگڈھی مولوی فاضل

سورۂ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا

چونکہ اب ایسا انتظام موجود ہے کہ (مردانہ جلسہ) سے بھی یہاں تقریریں سن لی جاتی ہیں۔ اور ویسے بھی مجھے تقریر کرنی ہے اس لئے عورتوں اور مردوں میں مشترک تقریریں ہو جاتی ہیں۔ اور جیسا کہ میں نے پہلے کہا تھا ضرورت تو نہیں تھی۔ کہ میں عورتوں کے جلسہ میں الگ تقریر کروں۔ مگر پھر بھی چونکہ بعض امور ایسے ہوتے ہیں۔ جو عورتوں کے ساتھ خصوصیت سے تعلق رکھتے ہیں۔ اور بعض باتیں ایسی ہوتی ہیں۔ جنکی طرف عورتوں کو توجہ دلانا ضروری ہوتا ہے اس لئے بعض دفعہ ضرورت پیش آ سکتی ہے۔ کہ میں عورتوں کے جلسہ میں الگ تقریر بھی کروں۔ مگر گزشتہ سالوں میں عورتوں کی طرف سے اس بات پر زور دیا گیا ہے۔ کہ میں ضرور ان کے جلسہ میں الگ تقریر کیا کروں۔ یہ ایک

فطرتی تقاضا

ہے۔ کہ ہر انسان اپنا حق چاہتا ہے۔ میں اس تقاضا کو بھی رد نہیں کر سکتا۔ لیکن میرے گلے کی حالت اس قسم کی ہے۔ کہ تقریر ابھی شروع نہیں کی کہ گلا بیٹھ گیا ہے۔ میں حیران ہوں کہ اس دفعہ میں کیونکر اپنی تقریریں مناسب طور پر کر سکونگا۔ بہر حال میں کچھ نہ کچھ عورتوں کے جلسہ میں بھی کہنا چاہتا ہوں۔ خصوصاً اس لئے اس دفعہ بعض باتیں ایسی بھی ہیں۔ جو

عورتوں کے ساتھ مخصوص

ہیں۔

ہماری الہامی کتاب یعنی قرآن مجید ایک ایسی زبان میں نازل ہوئی ہے۔ جو زبان اپنے اندر معنے رکھتی ہے یعنی اس میں ہر نام کے کوئی معنے ہوتے ہیں۔ باقی زبانوں میں اگر کسی چیز کا نام بدلکر اسکی جگہ اور نام رکھ لیا جائے۔ تو اسکے معنوں میں فرق نہیں پڑیگا۔ لیکن عربی کا نام اگر بدلکر اور نام رکھ دیا جائے تو یقیناً اسکے معنوں میں فرق پڑ جائیگا۔ مثلاً اُم کا لفظ ہے۔

اُم کے معنے

عربی زبان میں جڑھ اور مقصود کے ہیں یعنی ایسی چیز جس سے اور چیزیں نکلیں۔ اور جس کی طرف دوسر متوجہ ہوں۔ اب اگر ماں کے لئے اُم کی جگہ عربی میں کوئی اور لفظ رکھ دیا جائے۔ تو یہ معنے بالکل بدل جائینگے لیکن اگر پنجابی میں یا اردو میں ماں کی جگہ کوئی اور لفظ رکھ دیا جائے۔ مثلاً پال کہہ لیا جائے۔ یا تاں کہہ لیا جائے۔ تو کوئی فرق نہیں پڑیگا۔ چاہے ب۔ ا۔ ن کہہ لیں یا ت۔ و۔ ن کہہ لیں یا د۔ ا۔ ن کہہ لیں۔ اور جو چاہیں اس سے مراد لے لیں۔ معنوں پر اس کا کوئی اثر نہیں پڑیگا۔ لیکن عربی کے لحاظ سے اگر ہم نام کو بدل دیں۔ تو وہ نام بے معنے ہو جائیگا۔ وہ صرف علامت ہوگی۔ اسکے کوئی معنے نہیں ہونگے۔ جیسے اُم کا لفظ ہے۔ اسکی بجائے عربی میں ہم کم کہہ دینگے۔ تو وہ صرف علامت رہ جائیگی۔ اسکے وہ معنے نہیں ہونگے۔ جو اُم کے لفظ میں پائے جاتے ہیں ماں کو عربی زبان میں اُم اس لئے کہتے ہیں۔ کہ یہ بطور جڑھ ہو بچوں کے لئے۔ دوسرے بچے اپنی ضرورت کو پورا کرنے کے لئے اسکے محتاج ہوتے ہیں۔ پس اُم کے معنے عربی زبان میں اس چیز کے ہیں۔ جو بطور جڑھ کے ہو۔ اور جسکی طرف دوسرے لوگ متوجہ ہوں اور ماں کو اسی لئے اُم کہتے ہیں کہ یہ بطور جڑھ ہے نیز بچوں کی تربیت کا مرکزی مقام ہے۔ جس کی طرف بچے اپنی ضروریات کو پورا کرنے کے لئے متوجہ ہوتے ہیں۔ اب اگر اُم کا لفظ بدلکر اسکی جگہ پر کوئی اور لفظ رکھ دیا جائے۔ تو اس لفظ سے ہرگز یہ معنے پیدا نہیں ہونگے۔ جو اُم کے لفظ سے پیدا ہوتے ہیں۔ صرف ایک علامت رہ جائیگی۔ اسی طرح ہمارے قرآن مجید میں بنی نوع یعنے مرد اور عورت کا جو مشترکہ نام انسان رکھا ہے۔ یہ

"انسان" کا لفظ

بھی ایک بامعنے لفظ ہے۔ اصل میں یہ لفظ انسان ہے۔ جس کے معنے ہیں۔ دو محبتیں لپس یہ لفظ جو مرد اور عورت دونوں پر مشتمل ہے۔ اس کے معنے ہیں ایسا وجود جو دو محبتوں کا ظاہر کرنے والا ہے۔ یعنی ایک طرف یہ لفظ اس تعلق کو ظاہر کرتا ہے۔ جو خدا اور بندے کے درمیان ہے۔ اور دوسری طرف اس تعلق کو ظاہر کرتا ہے۔ جو بندوں کو بندوں سے ہے۔ پس

انسان کے معنے

ہیں وہ وجود جو ایک طرف خدا سے محبت کرنے والا ہو۔ اور دوسری طرف بندوں سے محبت کرنے والا ہو۔ ایسا وجود سوائے انسان کے دنیا میں اور کوئی نہیں۔ انسان میں اگر حیات پائی جاتی ہے تو دوسرے جانوروں میں بھی حیات پائی جاتی ہے۔ انسان دیکھتا ہے۔ تو دوسرے جانوروں کی بھی آنکھیں ہوتی ہیں۔ اور وہ بھی دیکھتے ہیں۔ انسان کے کان ہیں تو دوسرے جانوروں کے بھی کان ہوتے ہیں۔ جس طرح انسان کھاتا اور پیتا ہے۔ اسی طرح وہ بھی کھاتے اور پیتے ہیں۔ انسان میں اگر بڑھنے کی صفت پائی جاتی ہے تو باقی جانور بھی بڑھتے اور موٹے ہوتے ہیں۔ انسان کے نر و مادہ ہوتے ہیں۔ تو باقی جانوروں میں بھی نر و مادہ ہوتے ہیں۔ اور وہ بھی بچے جنتے اور پالتے ہیں۔ لیکن ایک چیز جو انسان کو باقی جانوروں سے ممتاز کرتی ہے۔ اور جو چیز باقی جانوروں میں نہیں پائی جاتی۔ وہ انسیت ہے یعنی ۔۔۔ کو خدا ۔۔۔ ہوتی ہے ۔۔۔ وہ دوسرے جانوروں میں نہیں وہ ہو کو نظر آتے ہیں۔

ایڈیٹر - غلام نبی

بھائی عبد الرحمن صاحب قادیانی نے پرنٹر و پبلشر نے ضیاء الاسلام پریس قادیان میں چھپا کر دفتر الفضل سے شائع کیا

جو خدا تعالےٰ کی عبادت میں مشغول رہتے ہیں۔ اور ان کو خدا تعالیٰ سے محبت کا ایسا تعلق ہوتا ہے کہ وہ ایک منٹ کے لئے بھی اس کے دروازہ سے الگ نہیں ہوتے۔ لیکن کسی حیوان میں یہ ملکہ نہیں پایا جاتا۔ اس لئے حیوان اسی دنیا میں اپنی زندگی کو پورا کر لیتے ہیں۔ اور مرنے کے بعد ان کو دوبارہ زندگی نہیں ملتی لیکن

انسان مرنے کے بعد

دوبارہ زندہ ہوتا ہے۔ اور اپنی دائمی زندگی گزارنے کے لئے وہ ایک نئی سڑک پر قدم مارتا ہے۔ جو سڑک کبھی جنت میں سے ہو کر گزرتی ہے اور کبھی دوزخ میں سے ہو کر گزرتی ہے پس انسان کے معنے ہیں دو جسیں رکھنے والا وجود۔ ایک خدا تعالےٰ سے محبت اور دوسرے بنی نوع انسان سے محبت۔ چنانچہ اسی نام کی وجہ سے اسلام نے مذہب کی جو حقیقت بیان کی ہے۔ وہ یہی ہے کہ مذہب اس لئے دنیا میں آتا ہے۔ کہ

انسان کا خدا تعالیٰ سے تعلق

پیدا کرے۔ اور انسان کو بنی نوع انسان سے ہمدردی اور محبت کرنا سکھائے۔ مذہب کی ساری تفاصیل یا خدا تعالےٰ سے محبت اور تعلق پیدا کرنے کے متعلق ہوتی ہیں اور یا بنی نوع انسان سے نیک تعلق رکھنے کے متعلق ہوتی ہیں۔ نماز کیا ہے۔ یہ اس تعلق کا اور اس محبت کا اظہار ہے۔ جو بندے اور خدا کے درمیان ہوتی ہے۔ جس طرح ایک ماں اپنے بچے کو یاد کرتی ہے۔ جس طرح ایک بچہ اپنی ماں کو یاد کرتا ہے۔ جس طرح بھائی بھائی کو یاد کرتا ہے۔ جس طرح دوست۔ دوست کو یاد کرتا ہے۔ جس طرح خاوند بیوی کو یاد کرتا ہے۔ جس طرح بیوی خاوند کو یاد کرتی ہے۔ اسی طرح ایک نیک انسان اپنے خدا کو فراموش نہیں کرتا اور دن میں متعدد بار اپنے خدا کو یاد کرتا ہے اسی کا نام عبادت ہے۔ اور یہی نماز ہے۔ ہم دیکھتے ہیں۔ جہاں حقیقی محبت ہو وہاں کوئی شخص کسی کو اس کی یاد سے روک نہیں سکتا۔ ایک ماں کو کتنا ہی سمجھاؤ کہ وہ اپنے بچہ کی یاد چھوڑ دے۔ بچہ کو کتنا ہی کہو۔ کہ وہ اپنی ماں کو یاد نہ کرے۔ دوست کو کتنا ہی کہو کہ وہ اپنے دوست کو یاد نہ کرے۔ بھائی کو کتنا ہی کہو کہ وہ اپنے

بھائی کو یاد نہ کرے۔ باپ کو کتنا ہی کہو کہ وہ اپنے بیٹوں کو یاد نہ کرے۔ بیٹوں کو کتنا ہی کہو کہ وہ اپنے باپ کو یاد نہ کریں۔

بیوی کو کتنا ہی کہو کہ وہ اپنے خاوند کو یاد نہ کرے۔ یا خاوند کو کتنا ہی کہو۔ کہ وہ اپنی بیوی کو یاد نہ کرے۔ وہ قطعاً اس بات کیلئے تیار

نہیں ہو[ں گے] [کیونکہ] ان کو محبت ہے وہ ان کی یاد چھوڑ [د]یں۔ کیونکہ ان میں

حقیقی محبت

ہوتی ہے۔ مگر انسانوں میں سے ہم دیکھتے ہیں کہ کئی ایسے ہیں جو اپنے اندر انسانیت کی حقیقت نہیں رکھتے۔ وہ اپنے خدا کو بھلا بیٹھے ہیں اور وہ اس بات کے محتاج ہوتے ہیں۔ کہ ان کو یاد دلایا جائے کہ ان کا کوئی پیدا کرنے والا ہے۔ اور وہی ان کا حقیقی مالک ہے۔ اگر ان کو یہ بات یاد کرا دی جائے تو پھر وہ اسباب کے محتاج ہوتے ہیں۔ کہ ان کے دل میں

خدا تعالےٰ کی یاد

تازہ رکھی جائے اور پھر وہ اس بات کے محتاج ہوتے ہیں۔ کہ یاد دلا دلا کر خدا تعالیٰ سے ان کا تعلق مضبوط کیا جائے۔ یہ ایک کمزوری ہے۔ جو انسان میں حیوانیت کی وجہ سے آئی ہے۔ انسان چونکہ پیدائش کے لحاظ سے حیوانوں سے تعلق رکھتا ہے۔ اس لئے جب اس پر حیوانیت غالب آجاتی ہے۔ تو جہاں ہمیں ایسے انسان نظر آتے ہیں۔ جو ہر قسم کے تعلقات پر خدا تعالےٰ کو ترجیح دیتے ہیں۔ اور دنیا کی محبت پر خدا تعالیٰ کی محبت کو مقدم رکھتے ہیں وہاں اس حیوانیت کے غالب آجانے کی وجہ سے ایسے انسان بھی نظر آتے ہیں جو خدا تعالیٰ کی محبت اور اس کے تعلق کو بھلا کر حیوانوں کی طرح کھانے پینے۔ عیش اور آرام کرنے۔ عمدہ اور آرائش کے سامان مہیا کرنے۔ سیر و تفریح کرنے اور دنیا کی لذات حاصل کرنے میں ہی زندگی سمجھتے ہیں۔ اور اخروی زندگی سے ان کا کوئی تعلق نہیں ہوتا۔ بلکہ ان کی ساری کی ساری خواہشات اس دنیا کی زندگی سے وابستہ ہوتی ہیں۔ مجھے اس پر تعجب آتا ہے جس طرح ہر انسان موت سے ڈرتا ہے۔ اور اس سے بچنے کی کوشش کرتا ہے۔ اور جس طرح موت کو اپنے سے دور رکھنے کے لئے ایک انسان ہزاروں اور لاکھوں روپے خرچ کرتا ہے۔ اگر ہماری زندگی صرف اسی دنیا کے ساتھ وابستہ ہے۔ تو کیا وجہ ہے کہ وہ

موت سے بچنا

چاہتا ہے۔ ہمیں اس زندگی میں ہزارہا بلکہ کروڑہا انسان ایسے نظر آتے ہیں۔

حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالےٰ کی مجلس علم و عرفان

۱۳۔ ماہ صلح ۱۳۲۴ ہش مطابق ۱۳ ؍ جنوری ۱۹۴۵ء

آج بعد نماز مغرب کی مجلس میں یہ سوال حضور کی خدمت میں پیش ہوا۔ کہ جب ہر انسان کی موت کا وقت مقرر ہے۔ تو پھر کسی کی درازیٔ عمر کے لئے دعا کرنے کا کیا مطلب ہوا۔ کیا دعا کرنے سے خدا تعالےٰ موت کے مقررہ دن کو بدل دیتا ہے۔ اور اس کی بجائے کوئی اور وقت مقرر کر دیتا ہے۔

اس کے متعلق فرمایا۔ یہ کہنا کہ جب خدا تعالےٰ کسی انسان کو پیدا کرتا ہے۔ تو یونہی فرشتوں سے کہہ دیتا ہے۔ کہ فلاں کو پندرہ سال کی عمر دیدو۔ فلاں کو ۲۰ سال کی۔ فلاں کو ۴۰ سال کی۔ فلاں کو پچاس سال کی۔ فلاں کو ۶۰ سال کی۔ اور اس طرح ہر انسان کی موت کا ایک وقت مقرر ہو جاتا ہے۔ درست نہیں۔ یہ تو کھیل بن جاتا ہے۔ اور خدا تعالےٰ کی طرف ایسی بات منسوب نہیں کی جا سکتی۔ در اصل اس قسم کے الفاظ کا مطلب جن میں موت کا وقت مقرر ہونے کا ذکر ہے۔ یہ ہے کہ جس قسم کے قویٰ لے کر ایک انسان آتا ہے۔ ان سے فرشتے اندازہ لگاتے ہیں۔ کہ اتنے سال اس کی عمر ہوگی۔ آگے جس قسم کے حالات میں سے وہ گزرتا ہے۔ ان کے مطابق خدا تعالےٰ اس کی عمر کم و بیش کر دیتا ہے۔ ایک انسان دنیا میں نیکی اور تقویٰ کی زندگی بسر کرتا۔ خدمت خلق میں مصروف رہتا ہے۔ دوسروں کو فائدہ پہنچاتا ہے۔ لوگ اس کے لئے دعائیں کرتے ہیں تو خدا تعالیٰ ان کی دعائیں سنتا اور اپنے قانون اَمَّا مَا يَنْفَعُ النَّاسَ فَيَمْكُثُ فِي الْأَرْضِ کے مطابق اس کی عمر بڑھا دیتا ہے۔ اس کے مقابلہ میں جو شخص عیاشی میں زندگی بسر کرتا ہے۔ اور بے احتیاطیوں سے اپنے قویٰ کی طاقتیں ضائع کر دیتا ہے۔ خدا تعالےٰ اس کے متعلق یہ فیصلہ کرتا ہے۔ کہ ہم نے اسے جو قویٰ دیئے تھے۔ ان کی چونکہ اس نے قدر نہیں کی۔ اسلئے اس کی عمر اتنی کم ہو۔ غرض ان حالات کے مطابق جن میں سے انسان گزرتا ہے۔ خدا تعالےٰ اس کی عمر بڑھا دیتا ہے۔ یا کم کر دیتا ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے جس شعر پر حضور نے کل روحانی نکات بیان کئے تھے۔ اس کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا۔ اس شعر سے جہاں یہ ظاہر ہے۔ کہ کامل مومن خواہ کتنی نیکیاں کرے۔ خدا تعالےٰ کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے اسے مزید راہوں کی تلاش رہتی ہے وہاں اس کا دوسرا پہلو بھی ہے۔ کہ جس انسان میں کبر پیدا ہو جائے۔ وہ گر بھی جاتا ہے۔ اور یہی نہیں کہ جس نے کچھ کیا نہیں ہوتا۔ مگر سمجھنے لگ جاتا ہے۔ کہ اس نے بہت کچھ کیا ہے۔ وہ گرتا ہے بلکہ ایسے لوگ بھی گر جاتے ہیں۔ جنہوں نے بہت جدوجہد کی ہوتی ہے۔ اور اچھے مقام تک پہنچے ہوتے ہیں۔ انہوں نے نمازوں اور روزوں میں عمریں گزاری ہوتی ہیں۔ نیکی کے اعمال کرتے رہتے ہیں۔ اور بعض دفعہ اچھے مقام پر بھی پہنچ جاتے ہیں۔ مگر پھر کسی راستباز کا یا راستبازی کا مقابلہ کر کے گر جاتے ہیں۔ یا کبر کی وجہ سے سب کچھ ضائع کر بیٹھتے ہیں۔ اور معمولی مسلمان سے بھی نچلے درجہ پر جا پہنچتے ہیں۔ جیسا کہ بلعم باعور کا قصہ مشہور ہے۔

اس کے بعد حضور نے فرمایا۔ کوئی حافظ صاحب ہوں۔ تو قرآن کریم سنائیں۔ حافظ قدرت اللہ صاحب نے تلاوت کی۔ ایک صاحب نے جو ایک گاؤں میں مسجد کے امام تھے اور جنہوں نے حال ہی میں بیعت کی ہے۔ درخواست کی۔ کہ سورہ الکوثر کی تفسیر بیان کیجائے۔ حضور نے بر عائت وقت مختصر تفسیر کرتے ہوئے فرمایا کوثر ایک ایسا چشمہ ہے۔ جس میں سب روحانی چشموں کے صفات اور مزے ہونگے۔ اور جو رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو عطا کیا جائے گا۔ کیونکہ آپ نے جو تعلیم دنیا میں پیش کی وہ تمام تعلیموں کی جامع ہے۔ چونکہ دنیا میں انسان جو عبادتیں کرتا ہے۔ وہ جنت میں متمثل ہو کر نعما کے طور پر ملینگی۔ اسلئے رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی تعلیم پر چلنے والوں کو ایسا چشمہ عطا ہوگا۔ جس میں سابقہ تعلیموں پر چلنے والوں کے چشموں کے سب مزے ہونگے۔

غلام نبی

جس کے پاس دنیا کے بہترین سامانوں سے مال و دولت آرام و آسائش اور اس دنیا کی باقی تمام لذتیں ہیں دیکھو یہی موجود ہیں۔ مگر باوجود اس کے وہ اس دنیا میں زندہ رہنا چاہتے ہیں۔ لیکن ان میں اس خواہش کا پایا جانا بتاتا ہے کہ کسی بڑے اہم مقصد کو پورا کرنے کیلئے ان کو پیدا کیا گیا ہے اگر

کسی اور اہم مقصد کے لئے

ان کو پیدا نہیں کیا گیا تو پھر وہ کونسی چیز ہے۔ جو باوجود تکالیف کے ان کو اپنی طرف کھینچ لیتی ہے۔ اور زندہ رہنے کی اور موت سے بھاگنے کی تلقین کرتی ہے۔ پس یہ وہی خواہش اور وہی حس ہے۔ جو خدا تعالےٰ نے قرآن مجید میں بیان فرمائی ہے۔ کہ ما خلقت الجن والانس الا لیعبدون کہ جن و انس کو صرف اس لئے پیدا کیا گیا ہے۔ تاکہ وہ عبادت الٰہی میں اپنا وقت گزاریں اور آئندہ زندگی کے لئے روحانی آنکھیں پیدا کریں۔ جو خدا تعالےٰ کو دیکھنے کے قابل ہوں۔ خدا تعالےٰ قرآن مجید میں فرماتا ہے من کان فی ھذہ اعمی فھو فی الاخرۃ اعمی۔ یعنی جو شخص اس دنیا میں اندھا ہے اور اس کی روحانی آنکھیں نہیں۔ جو خدا کو دیکھ سکیں۔ آخرت میں بھی وہ اندھا ہی اٹھایا جائیگا۔ کیونکہ آخرت میں اس کی روحانی آنکھیں اسی دنیا کی روئیت الٰہی کی قوت سے پیدا ہونگی۔ پس جس نے اس دنیا میں خدا تعالےٰ کو دیکھنے والی

روحانی آنکھیں

پیدا نہ کی ہونگی۔ وہ اگلے جہان میں بھی نابینا اٹھایا جائے گا۔ اور خدا کو نہیں دیکھ سکیگا۔ قرآن مجید میں آتا ہے۔ کہ اس قسم کے لوگ جب اندھے اٹھائے جائیں گے۔ تو وہ کہیں گے۔ یہ کیا ہو گیا ہے۔ کہ کچھ نظر نہیں آتا۔ تو خدا تعالےٰ ان کو یہ جواب دیگا کہ تم پچھلے جہان میں اندھے تھے۔ اور تم نے میرے دیکھنے والی آنکھیں پیدا نہیں کیں۔ جو اسی جہان میں پیدا ہوتی ہیں۔ اس لئے اب تم مجھے نہیں دیکھ سکتے۔ اس وقت ایسے لوگ کہیں گے۔ کہ اگر ہم تجھے دیکھنے کے قابل نہیں۔ تو ہماری اس زندگی کا فائدہ ہی کیا ہے۔ پس یہ خدا سے تعلق پیدا کرنے اور

دائمی زندگی

حاصل کرنے کی خواہش انسان کے اندر مخفی ہے جسے [illegible] مگر یہی خواہش اس کو اندر ہی اندر زندہ رہنے کی تلقین کرتی ہے۔ تاکہ وہ توجہ کی آخرت توشہ تیار کرنے کی تلقین کرتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اسلام نے خودکشی سے منع کیا ہے اگر انسان کو کھانے پینے کے لئے ہی پیدا کیا گیا ہے تو کیا وجہ ہے۔ کہ پھر اس کو خودکشی پر سزا ملتی ہے۔ ایک انسان کو اپنی مرضی سے خواہ وہ کھانے پینے کے لئے زندہ رہے خواہ زندہ نہ رہے۔ اس کو اس دنیا سے جدا ہونے پر سزا دینے کی وجہ کیا ہے۔ یہی اور صرف یہی وجہ ہے۔ کہ اللہ تعالےٰ نے انسان کو اس لئے پیدا کیا ہے۔ کہ اس دنیا میں انسان

اگلے جہان کے لئے تیاری

کرے۔ اگر وہ اگلے جہان کے لئے تیاری کرنے میں سستی یا غفلت کرتا ہے۔ اور اس وقت کو ضائع کر دیتا ہے۔ تو وہ مجرم ہے۔ کیونکہ یہ وقت ایسا ہی ہے۔ جس طرح سکول میں طالب علم کی پڑھائی کا وقت ہوتا ہے اگر کوئی طالب علم کلاس سے غیر حاضر رہے۔ تو اس کو سزا ملتی ہے۔ کہ اس نے اپنے پڑھائی کے وقت کو ضائع کیا۔ اور تعلیم حاصل کرنے میں کوتاہی کی۔ اسی طرح اگر کوئی شخص اس دنیا کی زندگی میں اگلی زندگی کے لئے تیاری نہیں کرتا۔ تو وہ سزا کا مستحق ہے۔ کہ اس نے اپنے وقت کو ضائع کر دیا۔ پس انسان کے لفظ میں خدا تعالےٰ نے اس طرف توجہ دلائی ہے۔ کہ تمہارا نام انسان اس لئے رکھا گیا ہے۔ کہ تم

دو محبتیں اور دو تعلق

پیدا کرو۔ ایک خدا سے محبت کرو۔ اور اس سے تعلق پیدا کرو۔ اور دوسرے بنی نوع انسان سے محبت اور اس سے تعلق پیدا کرو۔ عبادت کے جتنے حصے ہیں۔ وہ سارے کے سارے پہلی شق کے ساتھ تعلق رکھتے ہیں یعنی خدا تعالےٰ سے محبت کرنے کے ساتھ ان کا تعلق ہے اور باقی جتنے اس قسم کے احکام ہیں کہ جھوٹ نہ بولو۔ چوری نہ کرو۔ خیانت نہ کرو۔ فریب نہ کرو۔ دھوکا نہ کرو۔ غیبت نہ کرو۔ چغلخوری نہ کرو۔ ترش روئی سے پیش نہ آؤ۔ ہشاش بشاش رہو۔ نیک سلوک کرو۔ بزرگوں کی عزت کرو۔ اپنے اموال میں مستحقین کا حصہ قائم کرو۔ دوسروں کے دکھوں اور غموں میں شریک ہو۔ عدل و انصاف کا معاملہ کرو رشتہ داروں سے نیک سلوک کرو۔ یہ سارے کے سارے ایسے احکام ہیں۔ جو بنی نوع انسان کے ساتھ تعلق رکھتے ہیں پس انسان اس وجود کا نام ہے۔ جو دو محبتیں اور دو تعلق رکھنے والا ہو۔ ایک خدا سے اور دوسرے بنی نوع انسان سے اگر یہ دونوں باتیں اس میں پائی جاتی ہیں۔ تو وہ انسان ہے۔ اور اگر یہ دونوں باتیں نہیں پائی جاتیں۔ تو وہ حیوان ہے۔ خواہ اس کی شکل انسانوں جیسی ہو۔ کیونکہ خالی شکل کوئی چیز نہیں۔ صرف حقیقت ہی ہے۔ جو انسان کو انسان بناتی ہے۔ ورنہ خالی شکل تو ایسی ہی ہے۔ جس طرح کسی چیز کی تصویر ہوتی ہے۔ جس کی کوئی حقیقت نہیں ہوتی۔ بڑے سے بڑے پہلوان کی تصویر ایک بچہ پھاڑ کر پھینک سکتا ہے۔ اگر رستم کی تصویر کاغذ پر بنی ہوئی ہو۔ تو دو سال کا بچہ آسانی سے اسے پھاڑ سکتا ہے۔ پس وہ انسان جس کے اندر انسانیت والی یہ دو باتیں نہیں پائی جاتیں۔ وہ بھی محض ایک تصویر ہے۔ جس کی خدا کے نزدیک کوئی قدر اور کوئی عزت نہیں۔ پھر

انسان کے دو حصے

ہیں۔ ایک آدم کہلاتا ہے۔ اور ایک کو حوا کا نام دیا گیا ہے۔ اور جب ہم آدمی کا لفظ بولتے ہیں۔ تو اس کے معنے ہوتے ہیں آدم کی اولاد۔ مرد ہو یا عورت۔ بچوں کو ڈرانا ہو تو عورتیں حوا کا نام لے کر ڈراتی ہیں۔ وہ بھی یہی حوا ہے۔ بعض بڑھیا عورتیں جنکے دانت نکل چکے ہوں۔ کمر خمیدہ ہو چکی ہو۔ اس کے قریبی رشتہ دار بچے بھی اسکو دیکھ کر ڈرنے لگتے ہیں۔ یہ خیال کرکے کہ اتنے ہزار سال پہلے کی دادی حوا اگر آجائیں۔ تو یقیناً اسکو دیکھ کر ڈر کے مارے بچے بھاگتے پھریں۔ ہوا ہوا کہہ کر عورتیں اپنے بچوں کو ڈراتی ہیں۔ مگر یہ ہوا دراصل وہی

دادی حوا

ہیں۔ جو آدم علیہ السلام کی بیوی تھیں۔ آدم علیہ السلام کا نام تو قرآن مجید میں آتا ہے اور حوا کا نام [illegible] اور [illegible] احادیث وغیرہ میں مذکور ہے یہ دونوں نام

آدم اور حوا

بامعنی لفظ ہیں۔ آدم کے معنی ہیں سطح زمین پر رہنے والا جو کھیتوں میں کام کرتا ہے۔ تجارتیں کرتا ہے سفر کرتا ہے عربی میں ادیم الارض سطح زمین کو کہتے ہیں۔ اور آدم اس وجود کا نام ہے جو سطح زمین پر رہتا ہے۔ اور میدانوں میں کام کرکے اپنی روزی کماتا ہے۔ اور حوا کا لفظ حوی یحوی سے نکلا ہے۔ جس کے معنے ہیں کسی چیز کو ڈھانپ لینا۔ کسی چیز کو جمع کر لینا یا کسی چیز کا مالک ہو جانا۔ تو حوا کے معنی ہیں۔ جو بچوں کو گھیر کر اپنے ارد گرد جمع کر لیتی ہے۔ اور ان پر حکومت کرتی ہے۔ اور گھر کی مالکہ کہلاتی ہے۔ پس یہ دونوں نام بامعنی ہیں۔ ہم یہ نہیں کہہ سکتے۔ کہ جسکو ہم آدم کہتے ہیں واقعہ میں اس کا نام ہی آدم تھا یا اس کی ان صفات کی وجہ سے اس کا نام آدم رکھا گیا ہے اور ہم یہ بھی نہیں کہہ سکتے۔ کہ حدیثوں میں جس وجود کا نام حوا رکھا گیا ہے۔ واقعہ میں اس کا نام ہی حوا تھا۔ یا اس کی ان صفات کو ظاہر کرنے کے لئے اس کا یہ نام رکھا گیا ہے۔ بہر حال جو کچھ بھی ہو گو فی الواقعہ یہ ان کے نام تھے۔ تو ان کے یہ نام حقیقت کو ظاہر کرنے والے تھے اور اگر یہ ان کی صفات تھیں تو پھر تو صفات ہی تھیں۔ پس آدم کے معنے ہیں جو محنت کرے باہر میں کام کاج کرے کھیتوں میں ہل چلائے۔ اور زمین کو درست کرکے رہنے کے قابل بنائے۔ اور حوا کے معنے ہیں۔ وہ عورت جو گھر میں بیٹھتی ہے۔ بچوں کی نگرانی کرتی ہے۔ اور گھر کی رانی کہلاتی ہے پس

ہر عورت

جو آج بھی ان صفات کو اپنے اندر رکھتی ہے یعنی گھر کی نگرانی کرتی ہے۔ بچوں کی تربیت کرتی ہے وہ حوا ہے۔ اور

ہر شریف آدمی

جو محنت کرتا ہے۔ اور کام کرتا ہے۔ اور زمین کو رہنے کے قابل بناتا ہے۔ وہی انسان صحیح معنوں میں آدمی ہے۔ اور جو لوگ غفلت کی وجہ سے گھر میں بیٹھے مکھیاں مارتے ہیں اور محنت نہیں کرتے یا جیسے امراء اور عیاش لوگ اپنے گھروں میں بیٹھے باپ دادا کی کمائیاں کھاتے ہیں اور کوئی کام نہیں کرتے۔ وہ آدمی تو ہیں [illegible] کام کے آدم نہیں

یونکہ آدم کے معنے ہیں جو باہر نکل کر کام کرے زمین کی درستی کر کے اسے رہنے کے قابل بنائے۔ اسی طرح

وہ عورتیں

جو گھر کی خبر گیری نہیں کرتیں بچوں کی تربیت نہیں کرتیں۔ گھر کے تمام سامانوں کا انتظام نہیں کرتیں۔ اور اپنی اولاد کی تربیت اس رنگ میں نہیں کرتیں۔ کہ آئندہ نسل نیک متقی بہادر اور جری اور دین کی خاطر ہر طرح کی قربانی کرنے والی اور دین کا علم حاصل کرنے والی ہو۔ وہ اور ہیں حوا کی بیٹیاں صرف نام کی ہیں کام کی نہیں۔ کیونکہ انہوں نے اپنے بچوں کو اپنے اردگرد جمع نہیں کیا اور صحیح طور پر گھر کی مالکہ ہونے کا ثبوت نہیں دیا۔ اور جبکہ گھر کی مالکہ کا حق تھا۔ بچوں کی بہتری اور ان کی تربیت کا خیال رکھے۔ اس حق کو ادا نہیں کیا۔ اور اولاد کی نگرانی کا جو ان پر فرض تھا اس فرض کو ادا نہیں کیا۔ پس وہ عورت جو بچوں کو اپنے اردگرد جمع کر کے ان کی بہتری اور ان کی تربیت کے سامان نہیں کرتی۔ اور گھر کے کاموں کی نگرانی نہیں کرتی وہ حوا ہے مگر صرف نام کی۔ نہ کہ کام کی۔

پس اگر ایک عورت

حوا کی حقیقی بیٹی

کہلانا چاہتی ہے۔ تو اس کا فرض ہے۔ کہ گھر کے انتظام کو درست رکھے اولاد کی صحیح تربیت کرے۔ ایسی تربیت کہ وہ گھر کی مالکہ کہلانے کی مستحق ہو۔ مالک کے یہ بھی معنے ہیں کہ اس کے ماتحت اس کے فرمانبردار ہوں۔ لیکن اگر ایک عورت بچوں کی صحیح رنگ میں تربیت نہیں کرتی تو اولاد نافرمان ہوگی۔ کیونکہ صحیح تربیت نہ ہونے کی وجہ سے بچوں میں یہ عادت پیدا ہو جاتی ہے۔ کہ وہ بات نہیں مانتے۔ اور پھر ان میں بدی کی عادت ترقی کرتی چلی جاتی ہے۔ کہتے ہیں

ایک آوارہ گرد لڑکا

تھا۔ اسکی ماں اس سے بہت محبت کرتی تھی۔ جو محبت غلط قسم کی تھی۔ وہ اس کو کسی برائی سے نہیں روکتی تھی۔ شروع شروع میں جب وہ چھوٹی چھوٹی چیزوں کی چوری کرتا تو وہ اسے منع نہ کرتی اور اگر کوئی اسکی ماں سے شکایت کرتا تو کہہ دیتی کہ میرا بچہ تو ایسا نہیں۔ یہاں تک کہ بڑھتے بڑھتے اس نے بڑی بڑی چوریاں شروع کر دیں۔ اور قتل و غارت تک نوبت پہنچی آخر کسی کو قتل کرنے کے جرم میں پکڑا گیا۔ اور اس کو پھانسی کی سزا ملی۔ جب پھانسی دینے کا وقت قریب آیا تو حکام نے کہا اگر تمہاری کوئی خواہش ہو یا کسی سے ملنا چاہو تو ہم اس کا انتظام کر دیں۔ اس نے کہا ہاں میری ماں کو بلوا دو۔ میں اس سے ملنا چاہتا ہوں۔ چنانچہ جب اس کی ماں کو بلایا گیا تو اس نے اپنی ماں سے کہا۔ کہ میں کان میں ایک بات کہنا چاہتا ہوں۔ ماں نے جب اپنا کان اس کے قریب کیا تو اس نے اتنے زور سے اس کے کان پر کاٹا کہ وہ تڑپ اٹھی۔ جیل کے ملازم جو قریب ہی کھڑے تھے یہ نظارہ دیکھ کر کہنے لگے۔ ارے ظالم تم ابھی چند منٹ کے اندر پھانسی کے تختے پر چڑھنے والے ہو پھر بھی ایسا ظلم کر رہے ہو۔ یہ کہاں کی شرافت ہے۔ کہ تم نے اس آخری وقت میں اپنی ماں کا کان کاٹ کھایا۔ اس نے کہا آج اسی ماں کی وجہ سے تو مجھے پھانسی کی سزا ملی ہے۔ اگر یہ میری صحیح تربیت کرتی تو آج میں بھی نیک انسان ہوتا لیکن اس نے میری صحیح تربیت نہ کی۔ بچپن میں جب میں غلطیاں کرتا تو یہ ماں ان غلطیوں پر پردہ ڈالتی۔ اگر میں کسی کی کوئی چیز اٹھا لاتا اور وہ اس کی تلاش میں میرے پیچھے آتے تو یہ کہہ دیتیں کہ میرا بچہ تو تمہاری چیز نہیں لایا۔ اسی طرح آہستہ آہستہ میرے اخلاق بگڑتے گئے۔ یہانتک کہ میں ظالم۔ چور اور ڈاکو بن گیا۔ اور آج میں ان گناہوں کی وجہ سے پھانسی کی سزا پانے والا ہوں۔ پس عورت اسی صورت میں صحیح معنوں میں حوا کی بیٹی کہلا سکتی ہے۔ جب وہ

بچوں کی صحیح تربیت

کرے۔ اور ان کے اخلاق کی نگرانی کرے۔ اگر بچوں کے اخلاق کی نگرانی نہیں کرتی تو وہ ہرگز حوا کی بیٹی اور گھر کی مالکہ کہلانے کی مستحق نہیں۔ پس حوا کی بیٹیوں کے لئے ضروری ہے۔ کہ وہ اپنی اولاد کی صحیح رنگ میں تربیت کریں۔

باقی

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا الہام
اِنِّی مُهِیْنٌ مَنْ اَرَادَ اِهَانَتَكَ اور احرار

ابھی دس سال نہیں گزرے کہ احرار نے ببانگ دہل یہ اعلان کیا تھا۔ کہ وہ جماعت احمدیہ کو مٹا دینگے اور قادیان کی اینٹ سے اینٹ بجا دینگے۔ پھر اس پروگرام کی تکمیل کے لئے احرار نے جو زور مارا اور جو جو ناشدنی حرکات کیں۔ ایک زمانہ اس کا گواہ ہے۔ اور اس امر کا بھی کہ آخر خود احرار مٹا دیئے گئے۔ اور ان کی جمعیت شہید گنج کے واقعہ کے بعد پریشان ہو گئی۔ اور ان کی اپنی عمارت اب ہے

اٹھ ہے خاک کا یا راکھ کا ڈھیر

اور خود احرار خسر الدنیا والاخرۃ ذالک ھو الخسران المبین کے مصداق۔

لیکن ایک امر احرار کے عمل نامے میں ایسا تھا جس کی پاداش کما حقہ اب تک انہیں نہیں ملی تھی۔ اور وہ یہ ہے کہ جب احرار کے تمام وار سلسلہ عالیہ احمدیہ کے خلاف خالی چلے گئے تو انہوں نے عوام کو بھڑکانے کے لئے اپنے ترکش کا آخری تیر اور شکست کو فتح مندی میں تبدیل کرنے کے لئے یہ نو ایجاد خفیہ ہتھیار نکالا کہ جا بجا جلسے کر کے جماعت احمدیہ پر یہ سر تا سر جھوٹا الزام لگایا کہ نعوذ باللہ جماعت احمدیہ حضرت نبی کریم خاتم النبیین صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی توہین و ہتک کرتی ہے۔ یہ ۱۹۳۸ء کے قریب کی بات ہے۔ اور اس الزام میں احرار کو بڑا غلو تھا۔ اور ان کے جلسے اور تحریریں اور تقریریں اس الزام کا مظاہرہ تھیں۔ آخر اب ۱۹۴۴ء میں وہ وقت آ گیا۔ کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا الہام انی مھین من اراد اھانتک اپنی جلالی شان کے ساتھ پھر پورا ہو۔ اور معاندین کے اپنے ہاتھوں سے ہو۔ چنانچہ گذشتہ سال سیرت النبی صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جلسوں میں خدا تعالےٰ کی قدرت کا زبردست ہاتھ ان الزام دینے والوں اور اہانت کے مرتکبین کو غضب خداوندی لھم قلوب لا یفقھون بھا کا مورد بنا کر کشاں کشاں لے آیا۔ اور ان لوگوں نے اپنے عقل و خرد کو جواب دے کر وہ حرکات کیں جنکی نظیر ملنی محال ہے۔ یعنی ان مقدس جلسوں میں ہنگامہ و فساد اور شور و غوغا کر کے اپنے ہاتھوں اور زبانوں سے ثابت کر دکھایا کہ انہیں حضرت خاتم النبیین صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کہاں تک احترام منظور خاطر ہے۔ ہاں وہ جلسے جن کو غیر مسلم مقدس اور واجب الاحترام یقین جانتے ہیں۔ وہ نام جس کی تعظیم کے لئے بڑے بڑے عظمت و جبروت والے بادشاہ اپنے تخت سے نیچے اتر آتے ہیں۔ یہ امور احرار کے نزدیک کوئی حقیقت نہیں رکھتے۔ اور احرار کے نزدیک یہ نیکی کا کمال ہے۔ کہ ان میں ہنگامہ آرائی کی جائے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

اور عجیب تر یہ کہ احرار کے یہ مفسدانہ مظاہرے انہی مقامات پر ہوئے جہاں سے علی الخصوص احرار نے مذکورہ بالا الزام جماعت احمدیہ پر لگایا تھا۔ یعنی ہندوستان کے دارالسلطنت دہلی۔ اور پنجاب کے صدر مقام لاہور میں جو احراریت کا بھی اڈا ہے۔ اور امرتسر میں۔ اور ان مرکزی مقامات کے ذریعہ سے یہ حقیقت عالم آشکار ہو گئی۔ کہ حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دل و جان سے تعظیم کرنے والا اور آپ کے نام کو دنیا میں بلند کرنے والا کون ہے۔ اور اس کا مخالف کون۔ حق و باطل میں یہ امتیاز علی الاعلان۔ علی رؤس الاشہاد ہو گیا۔ اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا الہام انی مھین من اراد اھانتک پھر اپنی جلالی شان کے ساتھ پورا ہوا۔ اور جھوٹا الزام دینے والے معاند پھر اقراری مجرم ثابت ہو گئے۔ فاعتبروا یا اولی الابصار۔

واقعہ شہید گنج کے پس پردہ تو عقل و خرد سے کورے احرار جماعت احمدیہ کا ہاتھ بتایا کرتے تھے۔ اب یہ کس کا ہاتھ کام کر رہا ہے۔ جسکے نتیجہ میں احرار نے اپنے پاؤں پر کلہاڑا مارا۔ اور انہیں دنیا جہاں میں روسیاہی اور ذلت نصیب ہوئی۔ جس پر مسلم و غیر مسلم شرفا کی شائع شدہ شہادتیں اخباروں میں موجود ہیں۔ وکفی باللہ شہیدا۔ خاکسار محمد احمد از کپورتھلہ

درخواست دعا

برادرم مکرم مرزا سلطان احمد صاحب ساکن قصور نے اپنی اراضیات واقعہ قصور کے حقوق ملکیت حاصل کرنے کے متعلق عدالت دیوانی میں ایک مقدمہ دائر کیا تھا۔ اب اس مقدمہ کے سلسلہ میں انہیں ہائیکورٹ میں سکینڈ اپیل کرنی پڑی ہے۔ احباب جماعت سے درخواست ہے کہ اس اپیل کی کامیابی و منظوری کیلئے اور دیگر مشکلات کے حل کیلئے خاص طور پر دعا فرمائیں۔ خاکسار مرزا محمود احمد

انبیاء علیہم السلام اور ان کی جماعتوں کا نصب العین

انبیاء علیہم السلام کے دلوں میں اللہ تعالے کی توحید۔ جبروت اور عظمت ایسی مرکوز اور جوش زن ہوتی ہے۔ کہ اسکی مثال نہ صرف دنیا کے لوگوں میں نظر نہیں آتی۔ بلکہ اسکی کیفیت انسانی ذہن میں ہی نہیں آسکتی۔ چنانچہ میں موجودہ زمانہ کے جلیل القدر نبی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی پاک سیرۃ کے متعلق نہایت اختصار سے کچھ بیان کرتا ہوں۔ جس سے انبیاء علیہم السلام کے پاک گروہ کے اعلیٰ ترین مقام روحانی اور قرب الٰہی پر نظر ڈالنے سے عشق الٰہی میں ان کے جذب ہونے کا عجب نظارہ نظر آتا ہے۔ سب سے اول میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے تعلق باللہ کی نسبت حضور ؑ کے کلام کے حوالہ سے بیان کرتا ہوں۔ جس سے ظاہر ہے۔ کہ انبیاء علیہم السلام کو اللہ تعالیٰ سے حقیقی قرب حاصل ہوتا ہے۔ اس نازک ترین پاک تعلق کی گہرائیوں کا سمجھنا انسانی سمجھ سے بالاتر ہوتا ہے۔ فرمایا:۔

"جس طرح تو دور ہے لوگوں سے میں بھی دور ہوں
ہے نہیں کوئی بھی جو ہو میرے دل کا راز دار
نیک ظن کرنا طریق صالحان قوم ہے
لیک سو پردے میں ہوں ان سے نہیں ہوں آشکار
بے خبر دونوں ہیں جو کہتے ہیں بد یا نیک مرد
میرے باطن کی نہیں ان کو خبر اک ذرہ وار"

پھر حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنی دلی تڑپ اور قلبی جذبات کا اظہار فرمایا ہے۔ جو انبیاء علیہم السلام کا خاصہ ہے۔ فرمایا:۔

"نے ز فردوسم حکایت نہ از آلام نار
کز غم دین محمدؐ مے زنم شوریدہ وار"

حضور کے اس کلام سے کیسا واضح طور پر پایا جاتا ہے۔ کہ آپ کو اس توحید کے مقام کی شدید ترین خواہش ہے۔ جو سرور کائنات فخر الانبیاء رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ذریعہ دنیا میں قائم ہوئی۔ جس مقصد کے پورا کرنے کی تڑپ میں اس قدر محو پائے جاتے ہیں۔ اور اس کا غم اس قدر حضور ؑ کے قلب صافی پر مستولی ہے۔ کہ آپ کو بہشت کے ثمار اور دوزخ کی تکالیف کی طرف قطعاً خیال نہیں۔ بلکہ اصلی فکر اور دلی دکھ کا زبردست احساس جو ۲۴ گھنٹے حضور کے دامنگیر ہے۔ یہ ہے۔ کہ دین محمدی یعنی اسلام اہل دنیا کے دلوں میں کما حقہٗ جاگزیں اور متمکن ہو جائے۔ اس مقصد اعظم کے پورا کرنے کو اپنا دلی دکھ دور کرنا یقین کرتے ہیں۔ نہ کسی اور غرض کے ماتحت۔ اللہ اکبر! یہ ہے حقیقی عبودیت کہ قیام توحید باری تعالیٰ کو اپنا مقصد حیات۔ اور خوشی کا اصل باعث یقین کیا جائے۔ گویا انبیاء علیہم السلام کی پاک زندگی کا ہر لمحہ اسی غرض کے لئے قربان ہوتا ہے۔ اور ان کے اس دکھ کا دور ہونا اور حقیقی سکھ کا حصول اسی پر منحصر ہے۔ کہ مخلوق جو اپنے خالق سے دور جا پڑی ہے۔ وہ توحید کے مقام پر جلد سے جلد کھڑی ہو جائے۔ چنانچہ انبیاء علیہم السلام اور ان کی جماعتیں اس کوشش میں اس قدر منہمک پائی جاتی ہیں۔ کہ ان کے تمام اوقات اسی نصب العین کے پورا کرنے کیلئے وقف ہوتے ہیں۔ ان کی ہر حرکت و سکون اسی مقصد کے گرد چکر لگا رہا ہوتا ہے۔ اس شغل کے علاوہ ان کے تمام کام ضمنی اور طفیلی طور پر وقوع میں آتے ہیں۔ مثلاً دنیا کے اعلیٰ ترین لوگ مختلف دنیوی مقاصد کے حصول کے لئے انتہائی جد وجہد میں مصروف پائے جاتے ہیں۔ کوئی کوہ ہمالیہ کی بلند ترین چوٹی کے دریافت کرنے کی مہم میں کامیاب ہونے کو اپنی زندگی کا اعلیٰ مقصد قرار دیتے ہیں۔ کوئی فتوحات ملکی میں مستغرق پائے جاتے ہیں۔ علیٰ ہذا القیاس کئی دیگر قسم کی کامیابیاں ان کے مدنظر ہوتی ہیں۔ اور اپنی زندگی کے اوقات اسی تگ و دو میں قربان کر دیتے ہیں۔ برعکس اس کے انبیاء علیہم السلام اور ان کی جماعتوں کے واسطے اہم ترین مہم اللہ تعالیٰ کی توحید اور جلال کا دنیا میں بکمال قائم کرنا ہوتا ہے۔ جس کی جستجو میں وہ اس قدر غلطاں اور کوشاں ہوتے ہیں۔ کہ اس کے سوا کوئی اور آرزو قطعاً ان کے مدنظر نہیں ہوتی۔ جیسا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں۔

"اندر آں وقتیکہ یاد آید مہم دیں مرا
بس فراموشم شود ہر عیش و رنج ہر دو دار"

یعنی حضور اپنی قلبی کیفیت کا اظہار اس طرح فرماتے ہیں۔ کہ جب میں دین کی مہم یعنی اپنے اصل مدعا کی طرف دیکھتا ہوں۔ تو اس عظیم الشان کام کی اہمیت میں اس طرح از خود رفتہ ہونے کی کیفیت طاری ہو جاتی ہے۔ کہ دونوں جہانوں کی خوشی و غم کا احساس میرے [illegible] جاتا رہتا ہے۔ دراصل یہی جنون انبیاء علیہم السلام کی جماعتوں کے اندر پایا جاتا ہے۔ جس کے سبب اللہ تعالیٰ ان کو کامیابی عطا فرماتا ہے۔ اس کلام پاک میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا یہ بھی ایماء ہے۔ کہ دنیا کے لوگ جو دنیوی مقاصد کی مہموں میں کامیاب ہونے کی غرض سے اپنی زندگیاں صرف کر دیتے ہیں۔ وہ سخت غلطی خوردہ ہیں۔ کیونکہ اصلی اور واحد مہم جو انسان کا نصب العین ہونا چاہیئے۔ وہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دین کے استحکام میں کامیاب ہونا ہے وبس۔

بارگاہ ایزدی میں عاجزانہ دعا ہے۔ کہ اے ہمارے خدا تو نے ہم کو (احمدی جماعت) حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی جماعت میں شامل ہونے کا شرف عظیم عطا فرما کر نوازا ہے۔ اور ہم پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بعثت کی جو غرض و غایت ہے۔ اس کا پورا کرنا فرض کیا ہے۔ اس لئے محض اپنے فضل و رحم کے ساتھ ہمیں پوری پوری توفیق عطا فرما کہ ہم اپنے مطاع و آقا فخر الانبیاء رسول عربی محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور حضور ؐ کی بعثت ثانیہ یعنی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مقاصد کو کامیاب بنانے کی مہم میں کامیاب ہو سکیں۔ یعنی ہم احیائے اسلام کے بہت بڑے فرض کو جو ہم پر تو نے اپنے رحم سے عاید کیا۔ اور دوسروں سے ممتاز فرما کر منتخب فرمایا ہے۔ اس کو پورا کر کے تیرے حضور سرخروئی حاصل کر سکیں۔ دراصل یہ احیاء کٹھن کام خدا کے فضل کے بغیر کامیابی مشکل ہے جیسا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا ہے۔

دل نکل جاتا ہے قابو سے یہ مشکل سوچ کر
اے مری جاں کی پنہ فوج ملائک کو اتار
لشکر شیطاں کے نرغہ میں جہاں ہے گھر گیا
بات مشکل ہو گئی قدرت دکھا اے میرے یار

(خاکسار عبد المجید خاں سابق آف کپورتھلہ)

ہر ماہ کی بیس تاریخ تک مرکز میں چندہ پہنچ جانا چاہیئے

دیکھا گیا ہے۔ کہ بعض اوقات احباب اس غرض سے چندہ کی رقوم رکھ چھوڑتے ہیں۔ کہ زائد فراہمی کرنے پر اکٹھی ارسال کر دی جائیگی۔ اس طریق سے روپیہ بروقت نہ پہنچنے سے مرکزی کاموں میں چونکہ سخت حرج واقع ہوتا ہے۔ اس لئے عہدیداران مقامی کو توجہ دلائی جاتی ہے۔ کہ وہ ہر ماہ کی بیس تاریخ سے پہلے ایسی تمام رقوم بلاتوقف مرکز میں بھجوا دیا کریں۔ تاکہ خزانہ میں ۲۰ تاریخ تک تمام رقوم پہنچ جائیں۔ اور امیر یا پریذیڈنٹ کا فرض ہوگا۔ کہ وہ اس بات کی کڑی نگرانی رکھیں۔ کہ تمام جمع شدہ روپیہ قواعد کے مطابق امین یا محاسب کے پاس جمع رہتا ہے۔ اور بلاتوقف باقاعدگی کے ساتھ مرکز میں ارسال کر دیا جاتا ہے۔ یا نہیں۔ (ناظر بیت المال قادیان)

ہر قسم کی آمدنی کا حصہ ادا کرنا چاہیئے

بعض احباب اپنی آمدنی کو جائیداد کی خرید پر لگا دیتے ہیں۔ اور ہمیں لکھ دیتے ہیں۔ کہ ہمیں کوئی آمدنی نہیں ہوئی۔ یہ درست نہیں ہے۔ وصیت کے قواعد کے مطابق ہر قسم کی آمدنی کا حصہ ادا کرنا ضروری ہے۔ سوائے اس جائیداد کی آمدنی کے جو وصیت میں درج ہو چکی ہو۔

یا بعض دوست اپنی ماہوار تنخواہ کے علاوہ بعض تجارتی کاروبار کرتے ہیں۔ اپنے تجارتی کاروبار کے منافع پر حصہ آمد ادا نہیں کرتے۔ یہ بھی درست نہیں ہے۔ ہر موصی کو اپنی ہر قسم کی آمدنی کا حصہ ادا کرنا چاہیئے۔ عہدیداران کو بھی چاہیئے۔ کہ ایسے احباب سے ہر قسم کی آمدنی کا حصہ وصول کیا کریں۔ جو نہ دیں۔ ان کے متعلق صیغہ ہذا میں رپورٹ کرنی چاہیئے۔ (سیکرٹری بہشتی مقبرہ)

وعدوں کی آخری میعاد

نئے شامل ہونے والے احباب جنہوں نے دفتر ثانی کے سال اول کے لئے وعدہ کرنا ہے۔ اور وہ پرانے انصار جنہوں نے دفتر اول کے گیارھویں سال کا وعدہ کرنا ہے۔ ان کے لئے آخری میعاد ۷ فروری سنہ ۱۹۴۵ء ہے۔ جن جماعتوں اور براہ راست وعدہ کرنے والے افراد نے ابھی تک وعدے نہیں بھجوائے۔ وہ پوری توجہ فرماویں۔ اور اپنے وعدوں کی فہرستیں ۷ فروری سے پہلے پہلے حضور میں پیش کر لیں۔ اور ترجمۃ القرآن کی فہرستیں بھی جن جماعتوں کے مردوں یا عورتوں کی مرکز میں نہیں پہنچیں۔ وہ بھی توجہ کر کے ارسال فرماویں۔ اللہ تعالیٰ توفیق بخشے۔ والسلام (فنانشل سکرٹری تحریک جدید)

ستیارتھ پرکاش کے متعلق انکشاف حقیقت

ستیارتھ پرکاش ایجیٹیشن پر تبصرہ کا دوسرا حصہ "انکشاف حقیقت" کے نام شائع ہوا ہے۔ جس میں ملک فضل حسین صاحب کو اللہ تعالیٰ نے توفیق دی ہے کہ وہ ایک نئے طرز سے ستیارتھ پرکاش کی تصنیف اور اس کے مضامین پر روشنی ڈالیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ اس میں کئی ایسی باتوں کا انکشاف ہے۔ جن سے خود آریہ سماجیوں کا بھی اسی فی صدی حصہ آگاہ نہیں تھا۔ اسی لئے وہ ایک ایسے امر پر ضد کر رہے تھے۔ جو سراسر قابل تردید ہے۔ لطف یہ کہ مؤلف رسالہ نے جو کچھ بھی لکھا ہے اپنی ذاتی رائے پر مبنی نہیں۔ بلکہ خود آریہ سماجی اہل علم کے نوشتوں کی بنا پر ہے۔ اور جن صاحبوں کی تحریروں کے حوالے ہیں۔ وہ سماج میں خاص پوزیشن کے مالک رہے ہیں۔ لائق مؤلف نے ان ہی کی تحریروں سے ثابت کیا ہے کہ نصف صدی سے ستیارتھ پرکاش کی اصلاح کے لئے آواز خود ان کے حلقے سے اٹھ رہی ہے۔ اور دوسرے مذاہب کے مسلمہ اور رواداد لوگ بھی مشورہ دیتے آئے ہیں۔ دوم یہ بتایا ہے کہ پنڈت دیانند مبرّا عن الخطا نہیں مانے جاتے تھے بلکہ ان کو رشی تو کیا رشی بھی ان کے ماننے والوں نے نہیں تسلیم کیا۔ ستیارتھ پرکاش کے متعلق پرکاش ۲۰ر اپریل ۱۹۲۰ء میں چھپ چکا ہے کہ ہو سکتا ہے ستیارتھ پرکاش کے تردیدی حصہ میں کچھ خیالات قابل ترمیم ہو جائیں۔ پھر یہ کتاب خود اپنی آریہ سماجی معتبر افراد کے نزدیک ایک پولٹیکل کتاب ہے۔ نہ کہ مذہبی خیالیہ سوامی وگیان بھکشو اور پنڈت ستیا دیو ودیا النکار نے صاف لکھا ہے کہ اس کا لفظ لفظ پولیٹیکل مواد و خواہش سے لبریز ہے اسلئے اس میں ترمیم و اصلاح ہو سکتی ہے۔ پھر خود کئی مستند آریہ سماجیوں کے حوالے دیئے ہیں۔ کہ وہ ایسا کہتے اور کرتے آئے ہیں۔ اور آخری چار باب حذف کر کے ستیارتھ شائع کر چکے ہیں۔ خود بانی آریہ سماج کی وصیت ہے کہ اصلاح کا حق پرکارنی سبھا کو ہے۔ اس کے بعد ملک صاحب نے یہ سوال اٹھایا ہے کہ بانی سماج کی طرف منسوب شدہ کتب (جو چودہ ہزار صفحات سے زائد حجم کے ہیں) خالصتاً ان کی تصنیف نہیں۔ نہ صرف ہندی بلکہ سنسکرت بھی۔ اس سلسلہ میں آپ نے نہایت پختہ ہوا سے الن گویا کے دیئے ہیں۔ جنہوں نے یہ مضامین لکھے۔ اور ذی علم اہل قلم آریہ سماجیوں نے بھی کسی نہ کسی رنگ میں خواہ کسی دوسرے اعتراض سے بچنے کے لئے ایسے تسلیم کر لیا ہے۔ بیرونی شہادتوں کے علاوہ اندرونی شہادتیں بھی پیش کی ہیں۔ پھر بانی آریہ سماج کے دو سو سے قلمی خطوط سے مقابلہ کر کے دکھایا ہے کہ ان کا خط ان کتب کے مسودات سے ملتا ہے۔ نہ پروفوں کے اصلاحی اوراق اس کی شہادت دیتے ہیں۔ بلکہ زبان اور مطالب کے لحاظ سے بھی ان کے نہیں۔ چنانچہ ملازم پنڈتوں نے اقرار کیا ہے کہ ہم سنسکرت اور ہندی دونوں زبانوں کی درستی ہی کرتے تھے۔ اسی سلسلہ میں یہ بھی بتایا ہے کہ ستیارتھ پرکاش بھی ان ہی حالات میں تالیف ہوئی ہے۔ یہ تصنیف نہیں بلکہ مختلف لیکچروں کا مجموعہ ہے جو پنڈتوں نے زیادہ تر ترتیب دے لیا۔ اور چار باب موجود نہیں۔ اسمیں ترمیم و اصلاح کے لئے کیا عذر کیا جا سکتا ہے۔ آخر میں مؤلف انکشاف حقیقت نے بانی آریہ سماج کی دیگر تصانیف کے علاوہ ستیارتھ پرکاش میں من مانی تبدیلیوں کی بھی روشن مثالیں پیش کی ہیں۔ جو خود ذمہ دار آریہ سماجیوں نے کی ہیں۔ اور یہ ناقابل تردید امر ہے۔ کہ اس حقیقت کا انکار کیا جا سکے۔ اسی طرح کتر بیونت کی بھی پانچ بین مثالیں ہیں۔ یہ حصہ بہت دلچسپ اور مضبوط دلائل سے مزین ہے۔ ہم امید کرتے ہیں کہ نہ صرف ہر قوم و مذہب کی انصاف پسند پبلک اس کتاب کو ہاتھوں ہاتھ لے کر مؤلف کی محنت اور قابلیت کی داد دے گی بلکہ احقاق حق و ابطال باطل کے لئے سرگرم کار ہو کر ملک میں امن و آشتی کو پیدا کرے گی۔ جو اصل منشاء ہے۔ میں نے سرسری اور مختصر تبصرہ کیا ہے۔ ورنہ مؤلف نے تو نہ صرف ستیارتھ بلکہ بانی آریہ سماج کی طرف منسوب ہر کتاب و رسالے کے بارے میں دکھایا ہے کہ وہ کلیتہً ان کی محنت و علم کا ثمرہ نہیں۔ اور ہر ایک میں ایسی غلطیاں ہیں جو خود آریہ سماجی اہل علم کے نزدیک قابل اصلاح ہیں۔ اور یہ چھاپے کی غلطیاں نہیں۔ میں ملک فضل حسین صاحب کو اس قابل قدر تالیف پر مبارکباد دیتا ہوں۔ ملک صاحب باوجود فالج جیسے مرض کی وجہ سے نہایت کمزور صحت رکھنے کے خدمت دین حق بجا لا رہے ہیں۔ اور کوئی سرمایہ نہ رکھتے ہوئے اس قدر نادر و نایاب کتب جمع کر کے انہوں نے اول سے آخر تک بامعان نظر دیکھ کر لوگوں کو مستفید ہونے کا موقع بہم پہنچایا ہے

جزاکم اللہ ۔۔۔ الجبن ۔۔۔ اکمل عفا اللہ عنہ،

قیمت ۸ ملنے کا پتہ:۔ نظارت اشاعت قادیان

اصلی زعفران کی پہچان

زمانہ قدیم سے کشمیر کے گاؤں جو کریوہ پانپور کے نام سے مشہور ہے۔ زعفران کی کاشت ہوتی ہے اگرچہ زعفران۔ الشیبائی کوچک۔ کشتوار۔ ایران سپین فرانس۔ یونان اور اٹلی میں بھی اب پیدا ہونے لگا ہے۔ لیکن کشمیر کا زعفران سب سے زیادہ مشہور ہے قدیم ہندو کتب سے اس کا پتہ چلتا ہے کہ کشمیر کی زعفران نہایت اعلیٰ اور زود اثر ہے۔ سلاطین مغلیہ نے اپنی مشہور کتابوں تزک بابری۔ تزک جہانگیری اور ابوالفضل نے آئین اکبری میں بھی کشمیر کے زعفران کی بہت تعریفیں کی ہیں۔ اور سلاطین مغلیہ نے

اسکی کاشت کی طرف خاص توجہ دی تھی۔ زمانہ قدیم میں مصری اور ہندوستانی ہندو مذہبی رسوم کے لئے مختلف ادویات میں اور امراء کھانے میں استعمال کرتے تھے۔ اور آجکل اسکے علاوہ رنگوں اور خوشبو کے لئے بھی استعمال کرتے ہیں۔

زعفران کی پہچان بظاہر مشکل معلوم ہوتی ہے لیکن ذرا سی توجہ سے اصلی اور نقلی زعفران کی پہچان کی جا سکتی ہے۔ بعض بددیانت تاجر اسمیں طرح طرح کی ملاوٹیں کرتے ہیں۔ میں ناظرین کے لئے چند موٹی موٹی ترکیبیں لکھ دیتا ہوں۔ تاکہ زعفران خریدتے وقت اگر ممکن ہو سکے۔ تو آزمائش کرلیں۔ (۱) زعفران کی چند تریاں چینی کے پیالہ میں پانی کی سطح پر گرائیں۔ تو وہ تھوڑے عرصہ کے بعد پھیل جاتی اور کھل جاتی ہیں۔ اور انکے گرداگرد جو پانی ہوتا ہے وہ گہرے زرد رنگ کا ہو جاتا ہے وہ سنہری مائل لیکن سرخ یا گلابی نہیں ہونا چاہیئے ایسا ہو تو سمجھ لیں۔ کہ کوئی مصنوعی رنگ ملا دیا گیا ہے۔ تری کھل کے ایک مخروطی سی نظر آتی ہے۔ جسکی ڈنڈی کا سرا چھوٹا اور بالائی سرا چوڑا ہوتا ہے۔ علاوہ بریں بالائی کنارے پر اندر کی طرف ایک چھوٹا سا شگاف بھی نظر آتا ہے تری کے بالائی کنارے پر بیقاعدہ سے کنگرے ہوتے ہیں۔ (۲) زبان پر رکھنے سے نہ زیادہ تیزی معلوم ہو۔ اور نہ بے مزہ۔ اور اگر کھانڈ کا سا مزہ معلوم ہو۔ تو سمجھیں کہ اسمیں وزن بڑھانے کے لئے کھانڈ کے شیرہ کی ملاوٹ ہے۔ لیکن اس امر کا خیال رکھا جائے۔ کہ کہیں منہ میں پہلے سے کھانڈ کا مزہ نہ ہو۔ اور کھانڈ یا کھانڈ کی تیار کی ہوئی اشیاء کی آلائش سے نا کہ صاف ہوں۔ ورنہ تجربہ میں غلطی کا احتمال ہے۔ (۳) زعفران کی چند تریاں چینی کے پیالہ میں ڈالدو اس پر چند قطرے تیزاب گندھک کے ڈالو اور اس کے ساتھ ہی پانی کے چند قطرے بھی ڈالو۔ اصلی زعفران اصلی رنگ میں جیسا کہ ذکر کیا گیا۔ ظاہر ہوگا اور نقلی زعفران کا رنگ یکلخت ...

میسر نہیں ہو سکتی ہیں۔ اگر زعفران میں تیل کی آلائش کا اندیشہ نظر آئے۔ تو زعفران کی چند تریوں کو باریک کاغذ میں کچھ دیر تک رکھنا چاہیئے۔ لیکن دیکھ لیں۔ کہ کہیں کاغذ پر چکنائی نہ ہو۔ اگر زعفران میں تیل لگایا گیا ہو۔ تو کاغذ پر چکنائی کے داغ پڑ جائینگے۔ ان چند ترکیبوں سے مجھے امید ہے۔ کہ خریدنے والے اصحاب اور اسکی خرید و فروخت کرنے والے احباب مستفید ہونگے۔ خاکسار غلام نبی گلکار تاجر ... امیر جماعت ... کشمیر سرینگر

تازہ اور ضروری خبروں کا خلاصہ

لنڈن ۱۵ جنوری جنوبی یوکرین میں سوویٹ فوجیں اپنے نئے حملہ میں کامیاب ہو رہی ہیں۔ اور کراکو کے جنوب اور مغرب میں دو سو سے زیادہ مقامات دشمن سے چھین چکی ہیں اور وہ اب کراکو کے شہر سے تیس میل پر ہیں۔ روسی دشمن کو اتنی مہلت نہیں دے رہے کہ وہ اپنی ڈلفینس لائن کو از سر نو منظم کر سکے۔ روسیوں نے نیزد کے ریلوے اسٹیشن پر بھی قبضہ کر لیا ہے۔ کل کی لڑائیوں میں دشمن کے پچاس ٹینکوں میں سے اکثر برباد کر دیئے گئے۔ برلین ریڈیو کا بیان ہے کہ دارسا سے ساٹھ میل شمال اور تیس میل جنوب میں روسیوں نے دو نئے حملے شروع کئے ہیں۔

بڈاپسٹ کے لئے جو لڑائی ہو رہی ہے سامیں جرمنوں کے ارد گرد روسی گھیرا اور تنگ کیا جا رہا ہے۔ مکانات کے دو سو مزید بلاک دشمن سے خالی کرائے گئے اور ۲۵۰۰ جرمن قیدی بنائے گئے مشرقی سلواکیہ میں بھی روسیوں کو اچھی کامیابی ہو رہی ہے۔

واشنگٹن ۱۵ جنوری امریکن فوجوں نے لوزان پر ساحل سے ۲۲ میل دور ایک اور مقام پر قبضہ کر لیا ہے۔ جو منیلا کے رستہ میں ایک قدرتی روک تھی۔ مغربی کنارے پر اور باناس کا مقام بھی ان کے قبضہ میں آ گیا ہے۔ امریکن فوج کو اس جزیرہ پر اُترے ایک ہفتہ ہو گیا۔ لیکن جاپانی تاحال بھاگ رہے ہیں۔ امریکن ہوائی جہازوں نے منیلا پر سخت حملے کئے۔ اور سولہ جاپانی ہوائی جہاز برباد کر دیئے۔ چار بحری جہاز بھی۔ جن پر جاپانی فوجیں تھیں ڈبو دیئے گئے۔ امریکن بمباروں نے فارموسا اور ننگو یا میں جاپانی ٹھکانوں کو نشانہ بنایا۔ حملے سائپان اور چین کے اڈوں سے کئے گئے۔ لوزان پر امریکن فوجوں کے اُترنے کا نظارہ ایڈمرل فریزر نے ایک امریکن جنگی جہاز پر سے دیکھا آپ اب جزیرہ لیٹے میں جنرل میکارتھر کے ہیڈکوارٹر سے واپس آ گئے ہیں۔

کانڈی ۱۵ جنوری مانڈلے کی طرف ۱۴ ویں فوج کی پیشقدمی برابر جاری ہے۔ ایک فوج صرف بیس میل پر ہے۔ دشمن سخت مقابلہ کر رہا ہے۔ کل اتحادی ہوائی جہازوں نے برما میں جاپانی ٹھکانوں پر شدید بمباری کی دھوئیں کے بادل آٹھ آٹھ ہزار فٹ تک بلند ہو رہے تھے اور بیس میل سے نظر آتے تھے۔

لنڈن ۱۵ جنوری مغربی محاذ پر کل سوا سو جرمن ہوائی جہاز تباہ کئے گئے۔ اس کا بالمقابل ۲۱ امریکن جہاز برباد ہو گئے۔ آج تک محاذ پر اتحادی ہوائی جہازوں نے اپنی توجہ کو بہت مدد دی۔ چھ سو موٹریں اور پچاس ٹینک برباد کر دیئے۔ اس کے علاوہ بیلجین فوج نے دشمن کی سپلائی کی آخری بڑی سڑک کو کاٹ دیا ہے رنگپا و کے جنگلی علاقہ میں دو گاؤں کے لئے سخت لڑائی ہو رہی ہے۔

دہلی ۱۵ جنوری سرکاری طور پر اعلان کیا گیا ہے کہ کانگرس ورکنگ کمیٹی کے نظر بند ممبر بی ڈاکٹر پی سی گھوش کو طبی وجوہ کی بنا پر رہا کر دیا گیا ہے۔ عرصہ سے آپ کے پیٹ میں تکلیف رہتی تھی۔ آپ احمد نگر کے قلعہ میں نظر بند تھے۔

گورداسپور ۱۵ جنوری ڈلہوزی میں اس سال کثرت سے برفباری ہوئی ہے۔ کئی روز سے وہاں ڈاک نہیں جا سکی بہت سے مکانات گر گئے ہیں اور اکثر برف کے نیچے دبے ہوئے ہیں۔ ڈاکخانہ میں ۷ فٹ اور تحصیل میں چودہ فٹ برف پڑی ہے

پٹیالہ ۱۵ جنوری سٹیٹ بنک سے ایک سوداگر نے گھی اور سیمنٹ کی ضمانت پر آٹھ لاکھ روپیہ قرض لینے کا انتظام کیا۔ اس کی درخواست منظور ہو گئی۔ لیکن جب بنک سٹاف کا چارج لینے گیا تو معلوم ہوا کہ چند بوریوں میں سیمنٹ اور باقی سب میں مٹی ہے اور چند پیپوں میں بھی اور باقی سب میں پانی ہے۔ اب اسے گرفتار کر لیا گیا ہے اس سازش میں بنک کا منیجر اور بیراپرٹی انسپکٹر اور پراپرٹی کلرک بھی شریک تھے۔ اس لئے وہ بھی گرفتار کر لئے گئے ہیں۔

ایتھنز ۱۵ جنوری شہر کے شمالی اور جنوبی علاقے میں برطانی فوجیں غالباً کی تلاش کر رہی ہیں۔ باغیوں سے معمولی جھڑپوں کی خبریں بھی تاحال آ رہی ہیں۔

لنڈن ۱۵ جنوری انڈیا کمانڈ کے اسٹاف نے ایک بیان میں کہا کہ ہندوستان میں مسلح فوجوں کی تعداد قریباً ۲۵ لاکھ ہے

لنڈن ۱۵ جنوری اٹلی کے محاذ جنگ پر بھٹکے قیامت خیز طوفان چل رہے ہیں

ھوشیہ ۱۵ جنوری بلغاریہ بادشاہ بورس پر اختلاف ایک عقا عدالت میں مقدمہ چل رہا ہے اس نے بیان کیا ہے کہ شاہ بورس اپنے طیارہ میں ہٹلر کے ہیڈکوارٹر سے واپس آ رہا تھا۔ کہ راستہ میں ہوائی جہاز میں ہی ہلاک کر دیا گیا۔ ہوائی جہاز کے پردے میں اس قدر گیس ٹھونس رکھی گئی۔ کہ جس سے اس کی موت واقع ہو گئی۔ یہ واقعہ اگست ۱۹۴۳ء کا ہے۔

پیرس ۱۵ جنوری فرانس کے وزیر اطلاعات نے اعلان کیا ہے کہ جرمنوں نے دس لاکھ فرانسیسیوں کو قیدی بنایا تھا۔ دس لاکھ فرانسیسی جرمنی کے کارخانوں میں مزدور ہیں۔ تین لاکھ فرانسیسیوں کو جرمنوں نے سیاسی نظر بندوں کے کیمپ میں ڈال رکھا ہے۔ جنگ میں فرانس کی دس لاکھ عمارتیں تباہ ہو چکی ہیں۔ جنہیں از سر نو تعمیر کرانا ہے

ایتھنز ۱۵ جنوری شہر میں ایک مرغی کی قیمت ایک پونڈ ہے سلنڈر میں جس کمک کی قیمت چھ پنس ہے۔ وہ یہاں دس شلنگ میں ملتا ہے۔

لنڈن ۱۵ جنوری کل ناروے کے ساحل سے کچھ فاصلے پر جرمن جہازوں کا ایک قافلہ جنگی سامان لے کر جا رہا تھا جو برطانی بیڑے کے جہازوں نے اسے دیکھ کر حملہ کر دیا۔ اور تمام جہازوں کو تباہ کر دیا کسی برطانی جہاز کو نقصان نہیں پہنچا۔

لنڈن ۱۵ جنوری ناروے کی ایک خبر رساں ایجنسی کا بیان ہے کہ اتحادی چھاپہ مار دستے کل رات کے ساحل پر اُتر گئے۔ اور کئی ریلوے لائنوں کو جو دارالسلطنت کو بڑی بڑی بندرگاہوں سے ملاتی ہیں برباد کر دیا۔

دہلی ۱۵ جنوری مبصرین کی رائے ہے۔ کہ برما میں جاپان کی ڈیڑھ لاکھ فوج ہے۔ اور جاپانی اس کو سلامتی کے ساتھ برما سے نکال لینا چاہتے ہیں۔ کئی مقامات پر جاپانی پسپا ہو رہے ہیں اور غالباً وہ مانڈلے پر بھی مقابلہ نہ کریں گے۔

سری نگر ۱۵ جنوری سیشن جج نے چار مسلمانوں کو گائے ذبح کرنے کے الزام میں ایک ایک سال قید سخت اور پانچ پانچ روپیہ جرمانہ کیا ہے۔

زیورچ ۱۵ جنوری ایک سوس نامہ نگار کی اطلاع ہے کہ ہٹلر نے شمالی اٹلی سے جرمن فوجوں کو واپس بلا لینے کا فیصلہ کیا ہے یہ بھی کہا جاتا ہے کہ مارشل کیسلرنگ اس وقت اٹلی میں نہیں

لنڈن ۱۵ جنوری ایک خفیہ پائپ لائن کے ذریعہ برطانیہ کو روزانہ پچاس لاکھ گیلن پٹرول مل رہا ہے۔ اس لائن پر دس لاکھ پونڈ خرچ ہوا تھا یہ لائن ایک ہزار میل لمبی ہے اور تیل پیدا کرنیوالی تمام بندرگاہوں سے اس کا تعلق ہے۔

لنڈن ۱۵ جنوری شاہ یوگوسلاویہ نے ریجنسی کونسل مقرر کرنے سے انکار کر دیا ہے۔ برطانی اخبارات اس وجہ سے ان پر سخت بگڑ رہے ہیں۔ اور اس بات کا امکان ظاہر کیا جا رہا ہے کہ انہیں تاج و تخت سے محروم ہونا پڑے گا۔